بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　　نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ　　وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

ماہنامہ انٹرنیٹ گزٹ

المنار

دسمبر 2011ء　　تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ　　جلد نمبر 1 شمارہ نمبر 12

مجلس ادارت　　مدیر: مقصود الحق　　معاون مدیر: مبارک احمد صدیقی و سید نصیر احمد

فرمان الٰہی

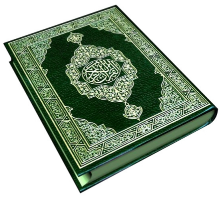

قُلۡ مَا یَعۡبَؤُا بِکُمۡ رَبِّیۡ لَوۡلَا دُعَآؤُکُمۡ ۚ فَقَدۡ کَذَّبۡتُمۡ فَسَوۡفَ یَکُوۡنُ لِزَامًا ﴿۷۸﴾ (الفرقان:78)

تو کہہ دے کہ اگر تمہاری دُعا نہ ہوتی تو میرا رب تمہاری کوئی پرواہ نہ کرتا۔ پس تم اُسے جھٹلا چکے ہو۔ سو ضرور اُس کا وبال تم سے چمٹ جانے والا ہے۔

اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ وَیَجۡعَلُکُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ ؕ ءَاِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۶۳﴾ (النمل:63)

کون کسی بے کس کی دُعا سنتا ہے۔ جب وہ اس (خدا) سے دُعا کرتا ہے اور (اس کی) تکلیف کو دور کر دیتا ہے اور وہ تم (دعا کرنے والے انسانوں) کو ایک دن ساری زمین کا وارث بنا دے گا۔ کیا (اس قادر مطلق) اللہ کے سوا کوئی معبود ہے؟ تم بالکل نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص اللہ سے نہیں مانگتا، اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔‘‘ (ترمذی کتاب الدعوات)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’انسان اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اُس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدے میں ہو۔ اس لئے سجدے میں بہت دُعا کیا کرو۔‘‘ (مسلم کتاب الصلوٰۃ)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

’’دُعا کا قبولیت کے ساتھ ایک رشتہ ہے۔ ہم اس راز کو معقولی طور پر دوسروں کے دلوں میں بٹھا سکیں یا نہ بٹھا سکیں مگر کروڑہا راستبازوں کے تجارب نے اور خود ہمارے تجربہ نے اس مخفی حقیقت کو ہمیں دکھلا دیا ہے کہ ہمارا دُعا کرنا ایک قوت مقناطیسی رکھتا ہے اور فضل اور رحمت الٰہی کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔‘‘ (ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 240-241)

’’... جو شخص دعا کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف منہ نہیں کرتا وہ ہمیشہ اندھا رہتا ہے اور اندھا مرتا ہے... جو شخص روح کی سچائی سے دُعا کرتا ہے وہ ممکن نہیں کہ حقیقی طور پر نامراد رہ سکے۔ بلکہ وہ خوشحالی جو نہ دولت سے مل سکتی ہے اور نہ حکومت اور نہ صحت سے بلکہ خدا کے ہاتھ میں ہے جس پیرایہ میں چاہے وہ عنایت کر سکتا ہے۔ ہاں وہ کامل دعاؤں سے عنایت کی جاتی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ چاہتا ہے تو ایک مخلص صادق کو عین مصیبت کے وقت میں دعا کے بعد وہ لذت حاصل ہو جاتی ہے جو ایک شہنشاہ کو تخت شاہی پر حاصل نہیں ہو سکتی۔ سو اسی کا نام حقیقی مراد یابی ہے جو آخر دعا کرنے والوں کو ملتی ہے۔ (ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 237)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کا فرض جو ہم سب نے مِل جُل کر ادا کرنا ہے

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

’’میں سمجھتا ہوں ایسوسی ایشن اگر اپنے ممبران سے مستقل رابطہ رکھے اور ممبران خود بھی ایک جذبہ کے تحت اپنی اس درسگاہ کو سامنے رکھتے ہوئے اپنا حق ادا کرنے کی کوشش کریں تو احمدی بچوں کیلئے آپ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔‘‘ (الفضل ربوہ 13 اکتوبر 2011ء)

مکتوب مبارک
حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَ عَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

مکرم عطاء المجیب راشد صاحب

صدر تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کی طرف سے پاکستان کے ضرورت منداور مستحق طلبا کیلئے ایک لاکھ روپے کے برابر رقم کا چیک بھجوایا ہے۔جزاکم اللہ احسن الجزا۔یہ رقم نظارت تعلیم ربوہ کوبھجوائی جارہی ہے۔

خداتعالیٰ جملہ ممبران ایسوسی ایشن کو اس کی بہترین جزا عطا فرمائے،اپنے بے پایاں فضلوں سے نوازے اور نادار طلباء کی تعلیمی امداد کے نیک کام کو پہلے سے بڑھ کر سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام

خلیفۃ المسیح الخامس

تین مقدس انگوٹھیاں

''ایک طالب علم نے سوال کیا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تین انگوٹھیاں تھیں جو کہ بعد میں اولاد میں بانٹی گئیں جس میں سے ایک حضور انور ایدکم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔حضور کے والد صاحب نے یہ فیصلہ کس طرح کیا تھا کہ وہ انگوٹھی حضور کو ملے اور جو تیسری انگوٹھی ہے وہ اس وقت کہاں ہے جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کو ملی تھی۔''

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:''تین انگوٹھیاں تھیں۔حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا نے اپنے تینوں بیٹوں کو دے دی تھیں۔''الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ''،کی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے پاس اور جو دوسرا الہام تھا ''اذکر نعمتی....'' وہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے پاس اور ''مولیٰ بس'' ان کے تیسرے چھوٹے بیٹے (حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ) کے پاس آئی تھی۔''

حضور انور نے فرمایا:''جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے پاس تھی میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ خلافت کے پاس رہے گی۔دوسری انگوٹھی جو حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ کے پاس تھی وہ آپ نے اپنی زندگی میں ہی اپنے بڑے بیٹے حضرت مرزا مظفر احمد صاحب کو دے دی تھی اور وہ ان کے پاس ہی تھی۔ان کی اپنی تو اولاد کوئی نہ تھی۔ان کے لے پالک بیٹے ظاہر احمد جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے نواسے اور چوہدری فتح محمد صاحب سیال رضی اللہ عنہ جو انگلستان کے مربی سلسلہ رہے ہیں کے پوتے ہیں،آج کل ان کے پاس ہے۔تیسری انگوٹھی جو''مولیٰ بس'' والی ہے وہ میری والدہ نے مجھے دی تھی۔والد صاحب کی وفات کے بعد ان کا خیال تھا کہ جو واقف زندگی ہوگا اس کو دوں گی تو اُس وقت وہ میں ہی تھا،تو اس وقت سے یہ ملی ہوئی ہے۔سفروں میں یا اکثر مجلسوں میں پہن لیتا ہوں۔آج بھی میں نے دونوں پہنی ہوئی ہیں تو بس مختصر جواب یہی ہے''۔(ماخوذ از مجلس عرفان منعقدہ جرمنی 24 ستمبر 2011ء بحوالہ روزنامہ الفضل-ربوہ 13 اکتوبر 2011)

ممبران سے التماس

❁ کیا آپ نے سال رواں 2011ء کی ممبر شپ فیس (24 پاؤنڈ جو حضور انور کی منظور فرمودہ ہے) ادا کردی ہے؟ اگر نہیں تو ازراہِ کرم فوری طور پر ادا کردیں۔یہ سال کا آخری مہینہ ہے۔

❁ کیا آپ نے پاکستان کے مستحق اور نادار طلبہ کی مالی اعانت کے حوالہ سے ادائیگی کردی ہے؟ اس بارہ میں حضور انور نے اپنے ایک حالیہ خطاب میں خصوصی تحریک فرمائی ہے۔اگر نہیں تو ازراہِ کرم اس کارِ خیر میں دِل کھول کر حصہ لیں اور دوسروں کیلئے ایک نمونہ پیش فرمائیں۔

ہر دو ادائیگیوں کا طریق یہ ہے کہ TIC OLD STUDENTS ASSOCIATION کے نام چیک بنا کر اس پتہ پر ارسال کردیں:

Financial Secretary, TIC Old Students Association, 53 Melrose Road, London SW18 1LX

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن سے رابطہ کا طریق

❁ بذریعہ خط جو اس پتہ پر ارسال کریں:

TIC OLD STUDENTS ASSOCIATION

53 Melrose Road, London SW18 1LX

❁ بذریعہ فون: 020 88 77 55 10   ❁ بذریعہ فیکس: 020 88 77 99 87

❁ بذریعہ ای میل: ticassociation@gmail.com

انور مسعود کے دو قطعات

دوستو انگلش ضروری ہے ہمارے واسطے
فیل ہونے کو بھی اک مضمون ہونا چاہیے
صرف محنت کیا ہے انور کامیابی کے لئے
کوئی اوپر سے بھی ٹیلیفون ہونا چاہیے

❁

تیور دُکان دار کے شعلے سے کم نہ تھے
لہجے میں گونجتی تھی گرانی غرور کی
گاہک سے کہہ رہا تھا ذرا آئینہ تو دیکھ
کس منہ سے دال مانگ رہا ہے مسور کی

حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ بحیثیت پرنسپل

پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی

مکرم پروفیسر ڈاکٹر ناصر احمد پروازی صاحب کا ایک مضمون 7 اکتوبر 2011 کے ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کے کالم ''الفضل ڈائجسٹ'' کی زینت ہے جس میں سیدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کی بحیثیت پرنسپل مقبولیت اور شاندار کارناموں کا مختصر تذکرہ کیا گیا ہے۔ مکرم پروازی صاحب 1954 میں بہ حیثیت طالب علم کالج میں داخل ہوئے اور چار سال میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد سولہ سال (1975ء تک) بہ حیثیت لیکچرار اور پروفیسر خدمت پر مامور رہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت کے اعلیٰ تعلیم کے پہلے ادارہ کو جو حضرت مسیح موعودؑ کے عہد میں قائم کیا جا چکا تھا از سرِ نو زندہ کرنے کی خدمت اپنے فرزند دلبند حافظ مرزا ناصر احمدؒ (ایم اے آکسن) کے سپرد فرمائی تو آپؒ نے ایسا شاندار نمونہ پیش فرمایا کہ اس کالج اور مرزا ناصر احمد کا نام گویا ایک ہی نام بن گیا۔

تعلیم الاسلام کالج کا دورِ ثانی 1944 میں قادیان سے شروع ہوا۔ اس کالج کا طرۂ امتیاز یہ تھا کہ جس کے سامنے یہ مقصد تھا کہ کوئی ذہین طالب علم (بلا تخصیص مذہب) محض اپنے وسائل کی کمی کی وجہ سے تعلیم سے محروم نہ رہ جائے۔ یہی مقصد کالج کے قومیائے جانے تک کالج کے ارباب حل وعقد کے سامنے رہا۔

اعلیٰ تعلیم یافتہ قابل اساتذہ کو اپنے کالج میں اکٹھا کر لینا اور انہیں ایک ہمہ وقت مستعد ٹیم کی صورت دے دینا حضرت صاحبزادہ صاحب کا کمال تھا۔ اساتذہ اپنے پرنسپل کی ماتحتی نہیں بلکہ اُن سے محبت کیا کرتے تھے۔ لہجہ میں خلوص، باتوں میں ادب، مشورہ میں انکساری، اختلاف میں حیا اور پھر فیصلوں پر مستعدی سے عمل پیرا ہو جانے کا عزمِ صمیم! کالج کے اساتذہ کی یہ روایتیں ہی کالج کو نیک نام بنانے میں ممد ہوئیں اور سربراہ ادارہ کا کمال یہ تھا کہ کالج کی کسی کامیابی کا کریڈٹ خود نہیں لیتے تھے، اپنے ساتھیوں کے ساتھ بانٹ لیتے تھے۔

ایک سٹاف میٹنگ میں میں نے ایسی بات کہہ دی کہ سب ہنس دیئے اور پرنسپل صاحب نے بھی باآوازِ بلند خندہ فرمایا۔ لیکن میٹنگ ختم ہوئی تو محترم صوفی بشارت الرحمن صاحب نے مجھے الگ لے جا کر کہا کہ دیکھو ہم سٹاف میٹنگز میں پرنسپل صاحب کے سامنے سر اُٹھا کر بھی بات نہیں کرتے، تم نے آج میٹنگ کو ہنسی کا میدان بنا دیا۔ میں نے نہایت ادب سے ان کی بات سنی مگر کوئی جواب نہیں دیا کہ میرے نزدیک کوئی ایسی ویسی بات نہیں ہوئی تھی جس سے بے ادبی کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔ اگلے روز محترم چوہدری محمد علی صاحب سے سامنا ہوا تو وہ ناراض سے نظر آئے۔ کچھ فرمانا چاہا مگر کچھ کہنے سے پہلے اُن کی آواز بھرّا گئی۔ محترم محبوب عالم خالد صاحب ملے تو مجھ سے کہا کہ تم میرے شاگرد بھی ہو اور بیٹوں جیسے۔ پرنسپل کے سامنے شوخی نہیں کرنی چاہئے.... اِن سینئر اساتذہ کی یہ بات، یہ بات ثابت کرنے کو کافی ہے کہ ان کا اور پرنسپل کا عشق کا تعلق تھا افسری ماتحتی کا نہیں تھا۔

تقسیم ملک کے وقت کالج بھی اجڑ کر دربدر ہو گیا۔ قادیان میں اس کالج کی عظیم الشان عمارت تھی۔ لاہور میں پہلے ایک متروکہ اصطبل میں کالج کا آغاز ہوا۔ بعد کو DAV کالج کی متروکہ عمارت الاٹ ہوئی جس کے دروازے کھڑکیاں غائب، دیواریں کہیں کھڑی کہیں سرنگوں، غرض عجیب بے سروسامانی کے عالم میں کالج شروع ہو گیا اور وہی بوسیدہ لٹی پٹی عمارت معتبر ہو گئی۔ کالج کی نیک نامی کا وہ چرچا تھا کہ غریب اور ذہین طالب علم جو خود کو معاشرہ میں بے سہارا محسوس کرتے تھے کھنچ کر کالج کی طرف آ جاتے اور پرنسپل کی ایک مسکراہٹ ان کے سارے مسائل حل کر دیتی۔ مشہور شاعر احسان دانش مرحوم نے اپنی خودنوشت میں نام لے کر حضرت مرزا ناصر احمد کا ذکرِ خیر کیا ہے۔ لاہور کے کالجوں میں ایک چپقلش سی چلتی رہتی تھی مگر جہاں پرنسپل تعلیم الاسلام کالج کا ذکر کرتا، لوگ ادب سے سر جھکا لیتے تھے۔

اسلامیہ کالج کے پرنسپل اور پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر حمید احمد خان نے مجھے بتایا کہ کشتی رانی کے مقابلہ کا فائنل اسلامیہ کالج اور تعلیم الاسلام کالج کے درمیان تھا۔ تعلیم الاسلام کالج پچھلے دو سال سے چیمپئن چلا آ رہا تھا اب کے برس جیتنے کا مطلب یہ تھا کہ ٹرافی مستقل اس کی ہو جائے گی۔ اس لئے میں نے اپنے کھلاڑیوں سے کہا کہ اگر آج تم لوگ تعلیم الاسلام کالج کی ٹیم کو شکست دے دو تو میں تمہیں دو سو روپے انعام دوں گا۔ یہ خبر مرزا ناصر احمد صاحب تک پہنچی تو انہوں نے اعلان کیا کہ اگر اسلامیہ کالج کی ٹیم ان کی ٹیم کو شکست دے دیگی تو وہ بھی اسلامیہ کالج کی ٹیم کو دو سو روپے انعام دیں گے۔ یہ سن کر ماحول کا سارا تناؤ دُور ہو گیا اور دونوں ٹیموں نے جان توڑ مقابلہ کیا۔ مگر تعلیم الاسلام کالج کی ٹیم نے مقابلہ جیت لیا۔

لاہور کے ماحول میں کسی کالج کا پرنسپل ہونا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ کالجوں کے پرنسپل یونیورسٹی کی اکیڈیمک کاؤنسل اور سنڈیکیٹ کے ارکان بھی منتخب ہوتے تھے تاکہ یونیورسٹی کا نصاب بھی ان کی نگاہوں میں رہے اور یونیورسٹی کے دیگر انتظامی اور تعلیمی معاملات میں کالجوں کے پرنسپلوں کی رائے ارباب حل وعقد کے سامنے آتی رہے۔ حضرت میاں صاحب جب تک تعلیم الاسلام کالج کے پرنسپل رہے یونیورسٹی کے اکیڈیمک کاؤنسل کے رکن اور سنڈیکیٹ کے رکن رہے اور ان کی رائے کو بہت وقعت دی جاتی تھی۔ زرعی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر ظفر علی ہاشمی کہا کرتے تھے کہ سارے پنجاب میں ایک ہی کالج ہے جس کا نام سامنے آئے تو اس کے پرنسپل کا چہرہ آنکھوں کے سامنے پھرنے لگتا ہے۔

لاہور میں لڑکوں کے بے راہروی کا سامان سامنے دھرا رکھا تھا۔ مگر تعلیم الاسلام کالج کے لڑکے ان آلائشوں سے بچتے تھے کیونکہ انہیں اپنے کالج اور کالج کے پرنسل کی آبرو کا خیال تھا۔ برمنگھم کے ایک غیر از جماعت ڈاکٹر نے مجھے بتایا کہ میں لاہور کے ایک کالج میں پڑھتا تھا۔ زیادہ وقت سینما میں یا ہوٹلوں میں گزرتا تھا۔ ایک دن میرے والد صاحب نے مجھے بھاٹی دروازہ کے باہر ایک ہوٹل میں چائے پیتے ہوئے آپکڑا اور سیدھے حضرت میاں صاحب کے پاس لے گئے کہ میرا بیٹا فلاں کالج میں پڑھتا ہے مگر بے راہرو ہونے پر مستعد ہے مگر میں تو اسے ڈاکٹر بنانے کا تہیہ کئے ہوئے ہوں۔ اور پھر شکایت کے انداز میں کہا کہ میں اسے بھاٹی کے ایک ہوٹل سے چائے پیتا ہوا پکڑ کر لایا ہوں۔ میاں صاحب نے مجھے ایک نظر دیکھا اور فرمایا لڑکا تو ذہین معلوم دیتا ہے بس چائے زیادہ پینے کا شوقین ہے۔ میاں صاحب کی وہ نظر میرے اندر تک اتر گئی۔ کہنے لگے اب میں اسے کالج میں داخل تو نہیں کر سکتا کہ کالج ربوہ منتقل ہو رہا ہے، ہاں آپ اسے میرے کالج ہی میں داخل کروانا چاہتے ہیں تو ربوہ لے آئیں، میں کوشش کروں گا کہ یہ لڑکا اچھے نمبر حاصل کر لے۔ چنانچہ میں ربوہ آ گیا۔ مجھے ہر وقت میاں صاحب کا خیال رہتا تھا کہ مجھے کہیں کسی ایسی جگہ دیکھ لیا جہاں مجھے نہیں ہونا چاہئے تو میں انہیں کیا جواب دوں گا۔

اس سلسلہ کے تو بے شمار واقعات ہیں کہ لوگ اپنے بچوں کو پکڑ کر تعلیم الاسلام کالج میں لے

آتے اور پرنسپل کے سپرد کر کے مطمئن ہو جاتے۔ ممتاز سیاستدان ممتاز احمد کاہلوں کے والد انہیں آپؒ کے پاس لے کر آئے اور نہ پڑھنے کی شکایت کی۔ آپؒ نے صرف ایک بار ممتاز کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھا اور پوچھا کہو پڑھنا چاہتے ہو اور کامیاب ہونا چاہتے ہو؟ ممتاز نے سر جھکا لیا۔ اور پھر ممتاز نہ صرف کامیاب ہوا بلکہ سیاست میں بھی نام کمایا۔ پنجاب میں وزیر بھی رہا۔ یہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی نظر کی کرامت تھی یا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی سیاسی تربیت کہ ممتاز نے اپنا وزارت کا زمانہ نیک نامی سے بسر کیا۔ ربوہ سے گزرتے ہوئے ممتاز کی جھنڈے والی گاڑی مرزا طاہر احمد صاحبؒ کے دروازے پر ضرور رکتی تھی اور وہ انہیں حضرت صاحبؒ سے ملوانے لے کر جایا کرتے تھے۔

حضرت پرنسپل صاحب کی سرزنش کے تصور سے ہی جان نکلا کرتی تھی۔ کالج کی رونگ ٹیم کا ایک کھلاڑی رونگ کی پریکٹس کیلئے دریا پر جانے کی بجائے کبڈی کا کوئی میچ دیکھ رہا تھا۔ پرنسپل صاحب نے سب کے سامنے اسے بلایا اور بیدوں پر دھر لیا۔ پلے پلائے مضبوط پہلوان قسم کے لڑکے کے منہ سے اُف تک نہیں نکلی۔ وہ سزا کھا کر سیدھا دریا کی طرف بھاگا۔ سٹاف میں شامل ہونے کے بعد ایک روز کالج بند ہو جانے کے بعد ہم اپنے دوستوں کے ساتھ ایک لان میں کرسیاں بچھائے بیٹھے اور سگریٹ نوشی کر رہے تھے۔ یکا یک ایک دوست نے نعرہ لگایا: ارے میاں صاحب! ہماری تو جان نکل گئی۔ سب نے مڑ کر دیکھا۔ میاں صاحب نے اپنا بایاں ہاتھ بائیں کنپٹی پر شیلڈ کی طرح رکھا ہوا تھا اور بغیر ادھر اُدھر دیکھے سیدھے کالج کے دفتر کی طرف جا رہے تھے گویا آپ نے ہمیں دیکھا ہی نہیں تھا۔ سب کا خیال تھا کہ اگلے روز جواب طلبی ہو گی۔ کچھ بھی نہیں ہوا۔ ہاں اتنا ضرور ہوا کہ ہم لوگوں نے کالج کے ماحول میں سگریٹ نوشی چھوڑ دی۔

ایک دیندار غیر از جماعت دوست اپنے جیسے دیندار بچے کو لے کر کالج میں آئے اور اسے کالج میں داخل کروا گئے کہ لڑکا پڑھ بھی جائے گا اور بے راہ روی کے ماحول سے بھی بچا رہے گا۔ اس کے رشتہ داروں دوستوں نے اسے بہت سمجھایا کہ تم اپنے بچے کو ربوہ میں داخل کروا آئے ہو وہ اس کا دین خراب کر دیں گے۔ ان کا جواب یہی تھا کہ مجھے اپنے بچے کی سمجھ داری پر اعتماد ہے وہ گمراہ نہیں ہو گا۔ اور واقعی وہ بچہ گمراہ نہیں ہوا۔ کچھ عرصہ بعد احمدیت کی آغوش میں آ گیا۔ انجینئرنگ کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد نیک نامی سے ملازمت کی اور اب جماعت احمدیہ کینیڈا کا امیر ہے یعنی مکرم ملک لال خان صاحب۔ پچھلے برس ان کے والد کا انتقال ہوا، وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیت کی آغوش میں آ گئے تھے۔ یہ سارا کرشمہ بھی حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کے فیضان نظر کا تھا۔

پرنسپل صاحب اپنے طلبا اور سٹاف کو علمی لحاظ سے ترقی کرتے ہوئے دیکھنا چاہتے تھے۔ طلبا میں جوہر قابل تلاش کرتے رہتے اور ان کو ہر ممکن اعلیٰ تعلیم دلوانے کیلئے کوشاں رہتے۔ صرف میرے زمانہ کے کالج کے شاگردوں میں سے سو سے زیادہ Ph.D امریکہ میں موجود ہیں۔ یہ سب برکات حضرت مرزا ناصر احمدؒ کے وجود باجود سے وابستہ تھیں۔ سٹاف کو Ph.D کرنے کیلئے حوصلہ دیتے۔ ڈاکٹر سید سلطان محمود شاہد اور ڈاکٹر پروفیسر نصیر احمد خان سٹاف پر ہوتے ہوئے Ph.D کیلئے انگلستان گئے اور کامیاب واپس آئے۔ مجھے بھی تمام سہولتیں اور مراعات حاصل رہیں اور جب مجھے ڈاکٹریٹ کی ڈگری ملی تو حضورؒ کی خوشی دیکھنے کی تھی۔ میں ملنے کو حاضر ہوا تو معانقہ فرمایا اور پہلی بار فرمایا آپ مجھے بیٹوں کی طرح عزیز ہیں!۔

ہمارا کالج ربوہ اور باہر کی دنیا کے درمیان ایک پل کی حیثیت رکھتا تھا اور اپنی زائد از نصاب سرگرمیوں کی وجہ سے ممتاز تھا۔ مباحثے اپنے معیار کی وجہ سے سارے ملک میں مشہور تھے۔ دُور دُور سے اچھے مقررین ان میں شرکت کیلئے آتے۔ پرنسپل صاحب تقاریر اور مباحثوں کیلئے باہر سے آنے والے طلبہ کے ساتھ اُن کے ذہنی معیار پر اتر کر بات کرتے۔ یہی حال کھلاڑیوں کے ساتھ ان کے تعلقات کا تھا۔ ربوہ باسکٹ بال کا بڑا اہم مرکز سمجھا جاتا تھا اور باسکٹ بال کی صوبائی اور قومی انتظامیہ میں پرنسپل تعلیم الاسلام کالج کا نام نامی موجود ہوتا تھا۔ پھر تعلیم الاسلام کالج علمی اور ادبی تقریبات کے لحاظ سے صوبہ بھر میں منفرد تھا۔ ہمارے ہاں کانووکیشن میں اہل علم بلائے جاتے تھے۔ یہ پہلا کالج تھا جس نے کل پاکستان اردو کانفرنسوں کا اہتمام کیا اس میں حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے یہ سلوگن وضع کیا کہ ''اردو ہماری قومی ہی نہیں مذہبی زبان بھی ہے'' اب تو یہ بات ایک زمانے پر آشکار ہے کہ حضرت مرزا ناصر احمد کو مناسب سلوگن سوچنے کا خاص ملکہ تھا ان کا سلوگن'' محبت سب سے نفرت کسی سے نہیں'' اب سارے عالم میں گونجتا ہے۔ کالج کی پہلی ایک روزہ اردو کانفرنس 1964 میں ہوئی جو بہت کامیاب رہی۔ حضرت مرزا ناصر احمدؒ نے مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد مجھے حکم دیا کہ میں دوسری کانفرنس کا اہتمام کروں جو دو روزہ ہو۔ 1967 کی اس کانفرنس میں تین وائس چانسلرز، سولہ پروفیسرز اور دو سو سے زیادہ مندوبین شریک ہوئے۔ صوفی تبسم بھی مجملہ شعراء تشریف لائے۔ حضرت صاحب نے خاص تاکید فرمائی کہ ''میرے استاد ہیں ان کا خاص خیال رکھا جائے''۔ ایک شام سارے مندوبین کو از راہ کرم اپنے مہمان کے طور پر دعوت میں مدعو کیا۔ یہ کانفرنس پہلی سے بھی زیادہ کامیاب رہی۔ ان دونوں کانفرنسوں کا سارا کریڈٹ حضرت صاحب کو جاتا ہے۔ کالج میں روس کے سائنس دان آئے۔ امریکہ کے اہل علم آئے۔ ہماری اپنی عدالت ہائے عالیہ کے جج صاحبان آئے۔ علماء آئے کبراء آئے سفراء آئے اور ان سب کو ربوہ لانے کا باعث تعلیم الاسلام کالج اور کالج کے پرنسپل مرزا ناصر احمد تھے۔

اردگرد کے کالجوں کے پرنسپل حضرات سے خوشگوار تعلقات رکھنا حضرت میاں صاحب کی اولین ترجیح تھی۔ سب ہی آپؒ کا نام سن کر احترام کرتے تھے۔ سرکاری اداروں کے ساتھ کالج کے معاملات کے سلسلہ میں رابطہ رکھنا ایک حد تک میرے ذمہ تھا۔ میں علی وجہ البصیرت کہہ سکتا ہوں کہ جب بھی کسی سرکاری افسر سے ملنے کیلئے جانا ہوتا وہ تعلیم الاسلام کالج کا نام سن کے احترام سے پیش آتے اور کہتے آپ تو مرزا ناصر احمد کے کالج سے آئے ہیں۔

ربوہ جیسی جگہ پر جہاں زمین شور، پانی نایاب، ضروریات زندگی عسیر الحصول، قدم قدم پر مشکلات اور رکاوٹیں راہ روکتی تھیں جماعت نے کالج کی بنیاد رکھ دی اور کالج کے آکسفورڈ کے پڑھے لکھے پرنسپل نے ہمہ وقت مزدوروں کی طرح محنت کر کے اور اپنا خون پسینہ ایک کر کے ایک عظیم الشان عمارت کھڑی کر لی۔ کڑکڑاتی دھوپ میں چھتری لے کر کھڑے رہتے۔ نگاہ ایسی عمارت شناس تھی کہ ذرا سا سقم بھی فوراً اُن کی نگاہ میں آ جاتا تھا۔

کالج کے ہال کی چھت پڑنے کا سماں تو اب تک آنکھوں کے سامنے ہے۔ سینکڑوں مزدور اپنے کام پر مستعد ہیں۔ شٹرنگ پڑ چکی ہے اب لنٹل پڑنے کا وقت ہے کہ گھٹا ٹوپ گھٹا اٹھی اور سب کے رنگ فق ہو گئے کہ اگر بارش ہو گئی تو سب کئے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔ مگر حضرت مرزا ناصر احمد چھت پر کھڑے ہیں اور اسی انہماک سے کام جاری رکھے ہوئے ہیں۔ قریب کے لوگ کہتے ہیں کہ ان کے لبوں پر دعا ہے اور ایک آدھ بار آنکھ اٹھا کر بادلوں کی طرف بھی دیکھتے ہیں۔ پھر ایک بار انگلی اٹھا کر بادلوں کی طرف اشارہ کیا۔ یہ گویا بادلوں کو دُور ہٹ جانے کا حکم تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ کی بات نہیں ٹالی۔ گھٹا کھڑی رہی پانی کا ایک قطرہ نہیں برسا۔

حضرت مرزا ناصر احمدؒ کی طبیعت میں ایک خاص قسم کا مزاح تھا۔ چہرہ پر ہر وقت

مسکراہٹ کھیلتی رہتی مگر مزاج کے خلاف کوئی بات ہو جاتی تو چہرہ پر سنجیدگی چھا جاتی۔ باتوں میں ملائمت کے باوجود لئے دیئے رہنے کا احساس ضرور موجود رہتا۔ ہاسٹل کے سالانہ فنکشن میں تو سب اساتذہ ہی طلباء کی کڑوی کسیلی باتوں کا ہدف بنتے تھے مگر پرنسپل صاحب کی شخصیت کا لحاظ کرتے ہوئے ان کی لاڈلی کار کو نشانہ تضحیک و تمسخر بنایا جاتا تھا۔ ایک بار وہ لاڈلی کچھ زیادہ ہی تمسخر کا نشانہ بنی تو چودھری محمد علی صاحب نے پابندی لگادی کہ اگلے فنکشن میں کوئی پرنسپل صاحب کی کار کے بارہ میں ایک لفظ تک منہ سے نہیں نکالے گا۔ میاں صاحب کو اس پابندی کا پتہ چلا تو کہلا بھیجا کہ اگر ''میری ولز لے'' کو نظرانداز کردیا گیا تو میں فنکشن میں آنے سے انکار کردوں گا۔

آپؒ خود پر ہنسنے کا حوصلہ بھی رکھتے تھے اس لئے طالب علم آپ کی سزا بھی خندہ پیشانی سے جھیل جاتے تھے۔ اور یہ کہ جو طالب علم آپؒ کے ہاتھوں بیدزنی کا ہدف بنا وہ جب تک کالج میں رہا آپؒ کی بے پناہ شفقت اور محبت کا مورد رہا۔ ہمارا ایک دوست جو روِنگ کا کیپٹن تھا کہا کرتا تھا یار ہم بھی کہیں دو چار بید میاں صاحب سے کھالیتے تو باقی عمر چین سے گزرتی۔

حضورؒ کا سب سے بڑا کارنامہ کالج کو پوسٹ گریجویٹ لیول تک لانے کا ہے۔ اس زمانہ میں دینے کا حق ہونا چاہیئے مگر یونیورسٹی کے ارباب حل وعقد عموماً اور محکمہ تعلیم کے حکام خصوصاً اس بات پر کان دھرنے کو تیار نہیں تھے۔ یونیورسٹی کو بالآخر سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ مفصل کالجوں میں تعلیم الاسلام کالج پہلا کالج تھا جسے ایم اے عربی کی کلاسیں شروع کرنے کی اجازت ملی۔ یونیورسٹی کی طرف سے اس سلسلہ میں جائزہ کے لئے جو کمیشن آیا اس نے جو رپورٹ یونیورسٹی کو بھیجی اس میں ربوہ کو مرکز علم قرار دیا گیا تھا۔ کمیشن میں شامل ڈاکٹر شفیع صاحب نے بعد میں ایک بار مجھ سے فرمایا کہ اگر ربوہ میں ایم اے عربی کی کلاسیں شروع نہیں کی جاسکتیں تو پاکستان کا کوئی اور شہر اس کا مستحق نہیں۔

ایم اے عربی کی کلاسیں شروع ہوئیں تو نتائج دیدنی تھے۔ اول دوم اور سوم آنے والے طلبا ہمارے ہی کالج کے ہوتے تھے۔ یہی حال فزکس میں پوسٹ گریجوایٹ کلاسوں کا تھا۔ ایک بار کلاسیں شروع ہوگئیں تو M.Sc فزکس کے نتائج حیران کن حد تک لوگوں کو چونکا دینے والے تھے۔ چنانچہ آپؒ نے اپنی زندگی میں اپنے اور حضرت مصلح موعودؓ کے اُس خواب کو پورا ہوتے دیکھ لیا جو خواب اس کالج کے افتتاح کے موقع پر دیکھا گیا تھا۔

المنار نیوز لائن

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیٹی اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خالہ محترمہ صاحبزادی امتہ النصیر بیگم صاحبہ مورخہ 12 نومبر 2011ء کو ربوہ میں بعمر 82 سال وفات پاگئیں۔ (آپ مکرم پیر معین الدین صاحب مرحوم کی اہلیہ تھیں)

جماعت کے دیرینہ خادم، واقف زندگی اور روزنامہ الفضل کے سابق ایڈیٹر مکرم مسعود احمد خان صاحب دہلوی 3 نومبر 2011ء کو ربوہ میں بعمر 91 سال وفات پاگئے۔ (آپ جرمنی میں تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کے صدر مکرم عرفان احمد خان صاحب کے والد تھے۔)

المنار کے نائب مدیر مکرم مبارک احمد صدیقی صاحب کے والد محترم بشیر احمد صدیقی صاحب مورخہ 13 نومبر 2011ء کو لاہور میں وفات پاگئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

باسکٹ بال کا نصیر بندہ

جون کے المنار میں تعلیم الاسلام کالج کی باسکٹ بال ٹیم کے نامور کھلاڑی مکرم چوہدری نصیر احمد صاحب "بُندہ" کی وفات کی اطلاع شائع ہوئی تھی۔ جس میں قارئین کو باسکٹ بال میں ان کی کامیابیوں کے حوالے سے مضمون بھجوانے کی طرف توجہ دلائی گئی تھی۔ چنانچہ کینیڈا سے مکرم محمد سمیع طاہر صاحب (جو اپنے دورِ طالب علمی میں المنار کے ایڈیٹر اور کالج یونین کے صدر رہے ہیں) نے اس تعلق میں مکرم عبدالباری صاحب (کیلگری) کا تحریر کردہ مضمون ارسال کیا ہے۔ جس کے چیدہ چیدہ حصے ان کے شکریے کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

☆ یہ 1964 کی بات ہے۔ باسکٹ بال کے میدانِ کارزار میں مقابل کی ٹیم سے کانٹے کا مقابلہ تھا۔ مکرم نصیر احمد صاحب نے ایسے شاندار کھیل کا مظاہرہ کیا کہ جیت خدا کے فضل سے تعلیم الاسلام کالج کی ٹیم کا مقدر بنی۔ اسپر کالج کے پرنسپل حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ نے فرمایا کہ جس طرح پاکستان کی ہاکی کی ٹیم میں نصیر بُندہ نامور اور قابل فخر کھلاڑی ہے، آپ ہماری باسکٹ بال کی ٹیم کے نصیر بُندہ ہیں۔ پھر یہ ٹائٹل آپ کے نام کا ایسا جزو اور پہچان بنا کہ کوئی اسے ان سے جدا نہ کرسکا۔

☆ یہ وہی یادگار مقابلہ اور نصیر بُندہ صاحب کی شاندار کارکردگی تھی کہ اُسوقت کے معروف انگریزی اخبار "پاکستان ٹائمز" نے انہیں "مین آف دی میچ" قرار دینے کے ساتھ آپ کی تصویر بھی نمایاں طور پر شائع کی۔

☆ مکرم نصیر بُندہ صاحب بڑی باغ و بہار طبیعت کے مالک تھے۔ زندگی ہنستے مسکراتے ہوئے خوش باش گزاری۔ خندہ پیشانی سے ملتے۔ ماشاءاللہ رکھ رکھاؤ بھی انہیں خوب آتا تھا۔ میں کینیڈا سے ربوہ گیا تو دل کھول کر مہمان نوازی کا حق ادا کیا۔ لاہور لے گئے۔ سیر بھی خوب کروائی اور مشہور ریسٹورینٹس میں خاطر مدارت میں بھی کوئی کمی نہ چھوڑی۔ ربوہ میں مجھے تمام جماعتی دفاتر میں ساتھ لیکر گئے اور خاص طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ جو اُس وقت ناظرِ اعلیٰ تھے کی خدمت میں لیجا کر ملاقات کروائی۔

☆ مکرم نصیر بُندہ صاحب مرحوم 1997 میں مائیگریٹ ہوکر کینیڈا آگئے۔ آخری بار جون 2010 میں کیلگری آئے اور چھ ماہ قیام کیا۔ جب میں حج کرکے واپس آیا تو مجھ سے حج کی روداد بڑی توجہ اور دلچسپی سے سنی اور ساتھ ساتھ آبِ زم زم بھی بطور تبرّک پیتے رہے۔

☆ گو، ان کی عمر بہت زیادہ نہ تھی مگر ذیابیطس کے مرض نے آن پکڑا تو پاؤں میں سوجن وغیرہ شروع ہوگئی۔ چنانچہ زیادہ چلنے پھرنے کی بجائے کرسی پر بیٹھنا شروع کردیا۔ جس سے جسم کچھ بھاری ہوگیا تھا۔ آپ کی وفات 22 فروری 2011 کو ربوہ میں ہوئی۔ وفات کے وقت عمر 68 سال تھی۔ ان کی بہت خوش بختی ہے کہ مُوصی تھے۔ نمازِ جنازہ مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے پڑھائی۔ بہشتی مقبرے میں دفن ہوئے۔ قبر تیار ہونے پر دعا استاد محترم چوہدری محمد علی صاحب نے کرائی۔ اور سب سے بڑھ کر خوش قسمتی یہ ہے کہ بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نماز جنازہ غائب بھی پڑھائی۔ آخر میں درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مکرم نصیر بُندہ صاحب مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

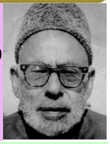

قادیان کے سفر نے کایا پلٹ دی

محترم جناب شیخ روشن دین تنویر صاحب کا نام جماعت احمدیہ کی صحافتی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ انہیں ایک لمبا عرصہ روزنامہ الفضل کے ایڈیٹر کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔

محترم روشن دین تنویر صاحب نے اپنے قبول احمدیت کا ذکر کئی بار تحدیث نعمت کے انداز میں کیا اور یہ بھی کہ احمدیت قبول کرنے سے قبل وہ سخت مخالف تھے اور علمی رنگ میں جماعت کے عقائد کا بطلان کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ اس سلسلہ میں سیالکوٹ بار ایسوسی ایشن کے اکثر ارکان سے ان کی بحث بھی چلتی رہتی تھی۔ مگر وقت آیا تو قادیان کے ایک ہی سفر نے اُن کی کایا پلٹ دی۔

وہ اپنی قبول احمدیت کی داستان یوں بیان کرتے ہیں کہ دسمبر 1939 کے شروع میں میری ایک مربیہ محترمہ سکینہ بی بی نے مجھے قادیان کی زیارت کی دعوت دی۔ میں نے یونہی کچا پکا وعدہ کرلیا۔ انہی دنوں محترمی محمد نذیر فاروقی ضلعدار ریاست بہاولپور نے بھی (جو میرے لنگوٹئے یار ہیں) ایک خط میں اس قسم کی دعوت دی اور کہا کہ دیرینہ مفارقت کے بعد ملاقات کا اچھا موقع ہاتھ آجائے گا۔ مزید برآں ایک اور دعوت بھی ایک عزیز نے بھجوادی۔ اس سہ گونہ دعوت کا مقابلہ میری بے پروائی سے نہ ہوسکا۔ 24 دسمبر کی صبح میں قادیان کا واپسی ٹکٹ خرید کر پلیٹ فارم پر گاڑی کی روانگی کے انتظار میں تھا کہ اخویم چوہدری شاہنواز صاحب سے مڈھ بھیڑ ہوئی۔ میں نے ان سے قادیان جانے کا تذکرہ کیا مگر ان کو یقین نہیں آیا کیونکہ اُن کو معلوم تھا کہ میں احمدیت کا سخت مخالف ہوں۔ جب میں نے اُن کو ٹکٹ دکھایا تو وہ حیران رہ گئے۔ انہوں نے فرمایا قادیان سے تم ضرور احمدی ہو کر پلٹو گے۔ میں نے جواب دیا یہ ناممکن ہے۔ آپ جانتے ہیں مجھ جیسا آزاد منش آدمی ایسی قیدوں میں سما نہیں سکتا۔ میں تو صرف ایک تماشا دیکھنے جا رہا ہوں۔ تعطیلات ہیں لاہور نہ سہی قادیان سہی۔

گاڑی میں سوار ہوئے تو ویرکا ریلوے سٹیشن پر تبدیلی کیلئے اترنا پڑا۔ وہاں پر احمدی خاندانوں کے خاندان اتر پڑے۔ پلیٹ فارم سوٹ کیس ٹرنکوں اور بستروں سے پٹ گیا۔ اس منظر نے ایک عجیب وغریب اثر میرے دل پر کیا۔ مرد عورتیں اور بچے، اُس سردی کے موسم میں کنبوں کے کنبے گھروں کو تالے لگا کر کس شوق وذوق سے آمادۂ سفر ہیں۔ پختگی اعتقاد کا ایک مقدس پہاڑ میری نگاہوں میں بلند ہو رہا تھا۔

یہ پہلا اثر تھا جس نے زیارت قادیان کا جوش پوری طاقت کے ساتھ میرے دل میں پیدا کردیا۔ غروب آفتاب کے وقت گاڑی قادیان کے سٹیشن پر پہنچی۔ تقدس کا ایک سمندر تھا جو ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ جس مکان میں ہم ٹھہرے وہ محلہ دارالبرکات میں تھا۔ محلوں کے نام سنے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ہم خلدِ بریں میں آگئے ہیں۔ ایک بیرونی کمرے میں ہم اترے۔ نیچے کماد کا چھلکا بچھا تھا۔ سردی کا موسم تھا۔ نرم گدیوں میں لطف کہاں۔ آرام وتعیش پر موت وارد ہو چکی تھی۔ لنگر سے کھانا منگوایا کھایا اور سو رہے۔ صبح اُٹھ کر بازار سے ہوتے ہوئے بہشتی مقبرہ کی زیارت کی۔ مُردوں کی پاک نفسی قبروں کے گوشوں سے نکل نکل کر میری روح سے ہم آغوش ہوگئی۔ تربتوں کی سادگی نہایت جاذب نظر تھی۔ زندہ مُردوں کی ایک دنیا، ایسے مُردے کہ جن کے سامنے مجھ جیسا زندہ ایک مُردہ معلوم ہوتا۔ پاک نفسوں کا اتنا بڑا جمگھٹا شاید ہی کسی اور جگہ دیکھنے میں آئے۔ بے اختیار میرے ہاتھ فاتحہ کیلئے اُٹھ گئے۔

بعدہ ہم اس چار دیواری میں داخل ہوئے جہاں حضرت مسیح موعودؑ کا مزار مقدس ہے۔ سادگی پر ہزار بناوٹیں قربان ہو رہی تھیں۔ خاک کے ذرّے ذرّے سے صداقت کی آواز اٹھ رہی تھی۔ قبر اس انسان کی تھی جس نے اپنے مسیحائی کے دعوے کی وجہ سے لاکھوں کروڑوں انسانوں کے ساتھ عمر بھر نبرد آزمائی کی۔ جس کی تکفیر کے فتوے لکھے گئے جس پر عیاذاً باللہ صرف عیاشی کے ہی اتہام نہ لگائے گئے بلکہ جس کو قتل کی دھمکیاں بھی دی گئیں اور جس کی اہانت کرنے کیلئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا گیا مگر خدا نے اسے ہر ایک گزند سے بچایا۔ اس مٹی کی ڈھیری نے میرے دل میں ایمان کا شعلہ بھڑکا دیا اور میں ایک مضطرب جان لے کر وہاں سے لوٹا... بعد دوپہر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی باتیں انجمن خدام الاحمدیہ کے جلسہ میں سنیں۔ اس گرانمایہ شخصیت کے متعلق جتنے شکوک میں اپنے دل میں لے کر آیا تھا تمام کے تمام اس طرح مٹ گئے کہ گویا کبھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اتنا سادہ اور پرزور کلام میں نے پہلے کبھی نہیں سنا۔ تقریر میں کوئی دقیق مسائل نہیں بیان کئے گئے، سادہ روزمرہ کی باتیں تھیں مگر انہی سادہ باتوں میں خدا جانے کہاں کی جاذبیت تھی کہ میں نے ایک ایک لفظ ہمہ تن گوش ہو کر سنا اور اپنے آپ کو زندہ سے زندہ تر پایا۔ دوران جلسہ میں حضور کی دیگر تقاریر بھی سنیں جو اپنی سادگی برجستگی وتاثیر کے لحاظ سے بے مثل تھیں۔

باوجود ان تاثرات کے میں پکا غیر احمدی رہا اور 29 دسمبر کی صبح قادیان سے روانہ ہوا۔ میرے ہمراہ اور بہت سے لوگ بھی اس گاڑی پر واپس ہو رہے تھے جو عموماً احمدی تھے۔ میرے ڈبے میں ایک شخص کے پاس چند کتب تھیں جو وہ قادیان سے خرید کر لایا تھا۔ میں نے دفع الوقت کیلئے ایک کتاب ان میں سے اٹھالی اور پڑھنے لگا۔ یہ کتاب حضرت مصلح موعودؓ کی تقریر ''انقلاب حقیقی'' تھی۔ اس تقریر کے ختم کرنے تک میں دل میں احمدی ہو چکا تھا۔ زمین تو پہلے تیار تھی صرف بیج ڈالنے کی دیر تھی جو انقلاب حقیقی نے ڈال دیا۔ پہلے میں نے احمدیہ لٹریچر کا مطالعہ ایک مخالفانہ نکتہ نگاہ سے کیا ہوا تھا وہ تمام مطالعہ اب یکدم مجھ پر کریمانہ انداز سے جھپٹا اور میں شکار ہو گیا۔ مجھے اپنے آپ پر خود یقین نہ آتا تھا۔

عید قربان کی نماز جامع مسجد احمدیہ سیالکوٹ میں ادا کی اور گھر آکر بیعت کا فارم پر کر کے امیر جماعت احمدیہ سیالکوٹ کو بھیج دیا۔ (بشکریہ ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل 11 نومبر 2011)

کر طعن و تمسخر کی خُرافات کو تُو بند
ہو سکتا ہے اقبالِ غزل خواں کا گلو بند
نومید نہ ہو عرش کے پانی سے کسی وقت
ہو سکتی نہیں کوثر و تسنیم کی جُو بند
تو خُوب ہے رُک جائے ہمیشہ کے لئے سانس
ہو سانس کی تاروں سے اگر نغمۂ ہُو بند
ہمدم تُو سمجھنا وہ مری موت کا دم ہے
جس دم مری آنکھوں سے ہوا دل کا لہو بند
گلزار میں پھر فصلِ بہار آتی نہ ہر سال
کر سکتی اگر فصلِ خزاں نشو و نمو بند
رک جائے تو رک جائے ستاروں کی تگ وتاز
ہوتا نہیں ساقی کا کبھی دورِ سبو بند (شیخ روشن دین تنویر)

تھوڑا سا ''زِگ زَیگ'' آپ کیلئے

''.... تاحدِ نگاہ سرسبز و شاداب وادیاں، ہر طرف سیبوں سے لدے ہوئے درخت اور جا بجا پہاڑی ''زِگ زَیگ''.... کیسے بتاؤں کہ قدرتی نعمتوں کی کس سرزمین سے ہو کر آیا ہوں...." تعلیم الاسلام کالج کے زمانۂ طالب علمی کی بات ہے کہ ایک طالبعلم گرمیوں کی چھٹیوں میں پہاڑی مقامات کی سیر کا احوال بیان کر رہا تھا جسے سن کر حضرت مولانا ارجمند خان صاحب مرحوم نے متبسّم انداز میں فرمایا ''میاں! واپس آتے ہوئے وہاں سے کچھ سیب اور ''پہاڑی زِگ زَیگ'' بھی ساتھ لیتے آتے۔ ہم بھی کھا کر دیکھتے کہ کیسے ہیں؟ (ممکن ہے وہ ''زِگ زَیگ'' کو بھی کوئی پہاڑی پھل سمجھے ہوں)

وہ طالب علم تو واپس آتے ہوئے ''زِگ زَیگ'' ساتھ لانا بھول گیا تھا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ ہم تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کی میٹنگ، جو 19 نومبر 2011 کو ''بیت الفتوح'' میں منعقد ہوئی، سے واپس لوٹتے ہوئے ''زِگ زَیگ' لانا نہیں بھولے اور اسے ذیل میں آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں:

آجکل لندن میں مغرب کی نماز سوا چار بجے ہوتی ہے۔ مسجد بیت الفتوح میں نماز ادا کرنے کے بعد برطانیہ میں تعلیم الاسلام کالج کے طلبائے قدیم سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اور کچھ لفٹ کے ذریعے دوسری منزل پر واقع ''نور ہال'' میں داخل ہو رہے تھے۔ جہاں گول میزیں اور کرسیاں خوبصورتی کے ساتھ ترتیب دی گئی تھیں۔ اور دائیں جانب ایک سکرین بھی آویزاں تھی۔

پونے پانچ بجے تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کے صدر مکرم عطاء المجیب راشد صاحب کی زیرِ صدارت میٹنگ کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ جو کالج کے سابق طالب علم مکرم فضل احمد طاہر صاحب نے کی۔ جس کے بعد ایسوسی ایشن کے نائب صدر مکرم چوہدری وسیم احمد صاحب نے مختصر تعارفی کلمات پیش کئے۔ بعد ازاں مکرم صدر مجلس نے میٹنگ میں تشریف لانے والے طلبائے سابقین کو خوش آمدید کہا اور انہیں آج کی میٹنگ کی غرض و غایت اور پروگرام کی ترتیب و تفصیل سے آگاہ فرمایا۔

خوش قسمتی کی بات ہے کہ برطانیہ میں ایسے قدیم طلباء بھی موجود ہیں جنہیں تقسیم ملک سے قبل قادیان میں تعلیم الاسلام کالج میں پڑھنے کا اعزاز حاصل ہے۔ اور وہ طلباء بھی ہیں جو پاکستان بننے کے بعد لاہور میں عارضی طور پر قائم ہونے والے اس کالج میں زیر تعلیم رہے ہیں۔

جبکہ ربوہ کے تعلیم الاسلام کالج میں پڑھنے والے طلباء کی تعداد تو اچھی خاصی ہے۔ اب تک رجسٹرڈ ہونے والے ابتدائی دور کے سینئیر طلباء میں مکرم خلیل احمد خان صاحب، مکرم رشید احمد شیخ صاحب، مکرم مظفر احمد مرزا صاحب، مکرم عبدالرشید قریشی صاحب، مکرم بشیر احمد خان رفیق صاحب، مکرم انصر مرزا صاحب، مکرم نذیر احمد ملک صاحب، مکرم مطیع اللہ درد صاحب، مکرم فضل ترکی صاحب، مکرم عبدالباقی ارشد صاحب مکرم ڈاکٹر سردار حمید احمد صاحب، مکرم مرزا عبدالقدیر چغتائی صاحب اور مکرم سید نعیم شاہ صاحب کے نام شامل ہیں۔

ان سینئیر طلباء میں سے مکرم شیخ رشید احمد صاحب اور مکرم مولانا بشیر احمد خان صاحب رفیق نے آج کی اس میٹنگ میں اپنے زمانۂ طالب علمی کی حسین یادیں دلچسپ پیرائے میں بیان کیں۔ (جنہیں افادۂ قارئین کے لئے ''المنار'' کے آئندہ شمارے میں پیش کیا جائے گا۔ انشاءاللہ)

میٹنگ کا سب سے اہم ایجنڈا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی سے خطاب تھا، جس کی ویڈیو ریکارڈنگ بڑی سکرین پر ممبران کو دکھائی اور سنوائی گئی۔ (قارئین کی خدمت میں حضور انور کا یہ خطاب حال ہی میں بھجوائے گئے ''المنار'' میں شائع کر دیا گیا ہے۔ یہ خطاب بہت توجہ سے پڑھنے والا ہے)

حضور انور نے اپنے اس خطاب میں تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کو جن اہم امور کی طرف توجہ دلائی ہے ان پر دل و جان سے لبیک کہنے اور ان پر پوری طرح عمل پیرا ہونے کی غرض سے مکرم صدر صاحب تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کی طرف سے ممبران کو توجہ دلانے پر مکرم مطیع اللہ درد صاحب، مکرم مرزا عبدالرشید صاحب، مکرم ڈاکٹر داؤد احمد طاہر صاحب، مکرم راجہ مسعود احمد صاحب، مکرم خالد منیر احمد صاحب، مکرم فضل احمد طاہر صاحب، مکرم منور احمد آصف صاحب، مکرم ڈاکٹر چوہدری منور احمد صاحب، مکرم ناصر خان صاحب، مکرم رانا محمد صفدر صاحب اور مکرم ناصر جاوید صاحب نے مختلف تجاویز پیش کیں۔ جن کو نوٹ کر لیا گیا اور چند امور کی وضاحت کی گئی۔

بعد ازاں تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کے صدر مکرم عطاء المجیب راشد صاحب نے ممبران سے خطاب میں اس مجلس کے انعقاد پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور سب حاضرین کو خوش آمدید کہا۔ پھر آپ نے ایسوسی ایشن کی اب تک کی تاریخ اور مساعی کا ایک مختصر جائزہ پیش کیا۔ آپ نے بتایا کہ برطانیہ میں تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کا قیام وسط 2007 میں ہوا۔ حضور انور نے اراکین مجلس انتظامیہ کی منظوری عطا فرمائی۔ ابتدائی دو سالوں میں برطانیہ کے سابق طلبہ سے رابطے کا سلسلہ جاری رہا۔ انتظامیہ کے اجلاسات ہوئے۔ اخبار و رسائل میں اعلان اور سرکلر کے ذریعے رابطہ کر کے تجنید کی فہرست بنائی گئی۔ 2009 میں انصار اللہ کے اجتماع کے موقع پر ایک مختصر اجلاسِ عام ہوا۔ 40 ممبران نے شرکت کی چند نام مزید سامنے آئے۔ باہم مشورہ ہوا۔ 2010 میں 8 اگست کو مسجد فضل کے قریب مارکی میں اجلاسِ عام ہوا۔ 60 ممبران نے شرکت کی مشورہ جات کے بعد چند شعراء نے محفل کو گرمایا۔ اچھی کامیاب مجلس کے بعد عشائیہ پیش کیا گیا۔ 2011 میں 22 فروری کو طاہر ہال میں بہت وسیع پیمانے پر پاکستان کے نامور شاعر انور مسعود کے ساتھ ایک شام منعقد کی گئی حاضری غیر معمولی تھی۔ یہ ایک بھرپور اور یادگار پروگرام تھا۔

کافی لمبی کوشش کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے چند ماہ قبل ایسوسی ایشن کا بینک اکاؤنٹ کھل گیا ہے اور اب ایسوسی ایشن کی چیریٹی رجسٹریشن کے لیے کاروائی ہو رہی ہے۔ آپ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسوسی ایشن کی طرف سے جنوری 2011 سے تعلیم الاسلام کالج کے نامور رسالہ المنار کا احیاء کر دیا گیا ہے۔ یہ رسالہ 8 صفحات کے ای گزٹ

کے طور پر ہر ماہ کے شروع میں سب ممبران کو ای میل کے ذریعے بھجوا دیا جاتا ہے۔ نیز الاسلام کی جماعتی ویب سائٹ پر periodical کے حصے میں بھی upload کر دیا جاتا ہے۔ آپ نے وہ پیغام بھی پڑھ کر سنایا جو حضور انور نے اس رسالے کے اجراء پر عطا فرمایا تھا۔ (یہ پیغام جنوری 2012 کے المنار میں ایک بار پھر شائع کیا جارہا ہے)

آپ نے اس رسالے کی علمی اعانت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے جملہ سابق طلباء سے بھرپور شرکت کی استدعا کی جیسا کہ المنار کی مجلسِ ادارت بھی ایک سرکلر کے ذریعے جملہ ممبران سے یہی گزارش کر چکی ہے اور ان کے تعاون کی منتظر ہے۔

اس کے بعد مکرم عطاء المجیب راشد صاحب نے تین اہم امور کی طرف جملہ سابق طلبہ کو متوجہ فرمایا:

ا۔ سب سے بنیادی کام تجنید ہے۔ ابھی تک ہم نے خدا تعالیٰ کے فضل سے برطانیہ میں 170 طلبہ سے رابطہ کر لیا ہے۔ لیکن ابھی مزید گنجائش موجود ہے۔ اگر آپ کے حلقہ احباب میں کوئی احمدی دوست ہیں جو ابھی تک رجسٹرڈ نہیں ہوئے تو انہیں متوجہ کریں اور ہمیں بھی براہِ راست ان کے کوائف سے آگاہ کریں۔ نیز اگر آپ کے واقف کاروں میں کوئی ایسے غیر احمدی دوست ہوں جو کسی وقت اس کالج کے طالبِ علم رہے ہیں تو ان سے بھی ہمیں متعارف کروائیں۔ آپ نے حضورِ انور کے اس ارشاد کا حوالہ دیا کہ: "نیکیوں کی جاگ لگانا بھی ایسوسی ایشن کا کام ہونا چاہئے"

۲۔ دوسرا ضروری کام سب ممبران کی طرف سے ممبر شپ فیس کی ادائیگی ہے۔ حضور انور نے یہ فیس £24 سالانہ مقرر فرمائی ہے۔ جن ممبران نے سالِ رواں کی ممبر شپ ابھی تک ادا نہیں کی ان سے درخواست کی جاتی ہے کہ اب بلا تاخیر ادا کریں۔ (رابطے کا پتہ اور رقم کی ترسیل کا طریق وغیرہ المنار میں شائع شدہ ہیں)

۳۔ تیسرا نہایت اہم کام یہ ہے کہ حضور انور نے اپنے جرمنی والے خطاب میں (جو آپ سب نے سُن لیا ہے) یہ پرزور تحریک فرمائی ہے کہ سابق طلبہ پاکستان میں مستحق اور نادار احمدی طلبہ کی مالی اعانت کے لئے ادائیگی کریں اور اپنی اس ذمے داری کو بھرپور رنگ میں ادا کریں۔

صدرِ مجلس نے ممبران کو آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس نیک کام کی ابتداء فوری طور پر کر دی گئی ہے۔ اور مرکزی انتظامیہ کے اراکین نے نمونہ قائم کرتے ہوئے اچھی معقول ادائیگی کر دی ہے۔ جس سے ایک لاکھ روپے کے برابر رقم حضور انور کی خدمت میں بذریعہ چیک نمبر 1 پیش کر دی گئی ہے۔ جس پر حضور انور نے خوشنودی کا اظہار فرمایا ہے (یہ خط اسی المنار میں شامل ہے)

صاحب صدر نے سابق طلبا کو پُرزور تحریک کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اس کارِ خیر کی ابتدا اور آغاز ہے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے تیزی سے آگے بڑھنا ہے۔ آپ نے حضور انور کے اس ارشاد کا حوالہ دیا کہ:

> ''میں سمجھتا ہوں ایسوسی ایشن اگر اپنے ممبران سے مستقل رابطہ رکھے اور ممبران خود بھی ایک جذبے کے تحت اپنی اس درسگاہ کو سامنے رکھتے ہوئے اور اس کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنا حق ادا کرنے کی کوشش کریں تو احمدی بچوں کے لئے آپ بہت کچھ کر سکتے ہیں'' (الفضل ربوہ 13 اکتوبر 2011)

الحمد للہ کہ حضور انور کے ان زوردار الفاظ نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے سابق طلبہ کے دلوں پر خاص اثر کیا اور حاضر احباب نے اجلاس کے بعد فراخ دلی کے ساتھ ادائیگیاں فرمائیں۔ فجزاہم اللہ احسن الجزا۔ اللہ تعالیٰ باقی ممبران کو بھی اس نیک تحریک پر لبیک کہنے کی توفیق دے۔ آمین۔

صدرِ مجلس کے اس جامع خطاب کے بعد مکرم رفیق حیات صاحب امیر جماعت یوکے نے بھی مختصر خطاب فرمایا اور اختتامی دعا کروائی۔

جملہ سابق طلبا نے سارا پروگرام ابتدا سے لیکر آخر تک بڑی دلجمعی کے ساتھ سنا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ بھرپور اجلاس بڑی کامیابی سے اختتام پذیر ہوا۔

آخر میں سب سابق طلبہ نے مختلف گروپ تصاویر میں شرکت کی اور سب نے ملکر عشائیے سے لطف اٹھایا اور پھر خراماں خراماں نمازِ عشاء کی ادائیگی کے لئے مسجد بیت الفتوح کی طرف روانہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ اس اجلاس کے سب منتظمین (بالخصوص مرزا عبدالرشید صاحب و چوہدری منصور احمد کاہلوں صاحب) اور جملہ کارکنان کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے انتظامات کے سلسلے میں بھرپور خدمت کی توفیق پائی۔ جزاہم اللہ احسن الجزا۔ (شعبہ اشاعت)

روشنی سے تیز ذرّات ۔ سائنس دان پریشان

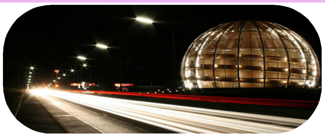

جوہری تحقیق کی یورپی تجربہ گاہ Cern سے تعلق رکھنے والے سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ انہوں نے تجربات کے دوران ایسے subatomic ذرّات کا پتہ چلایا ہے جو روشنی سے بھی زیادہ رفتار سے سفر کرتے ہیں۔ ان تجربات کے نتائج نے فزکس کے ماہرین کو چونکا دیا ہے کیونکہ یہ طبیعات کے بنیادی اصول سے متصادم ہے۔ اس تجربے کے دوران ''نیوٹرینوز'' کو ''سرن'' لیبارٹری سے اٹلی میں سات سو کلومیٹر کے فاصلے پر واقع "گران ساسو" لیبارٹری بھیجا گیا۔ تاہم نیوٹرینوز کی واپسی روشنی کی رفتار سے ایک سیکنڈ قبل ہوئی۔ اگر ان نتائج کی تصدیق ہو جاتی ہے تو اس سے مشہور ماہرِ طبیعات آئن سٹائن کے نظریہ اضافت کے ایک بڑے حصے کی تردید ہو جائے گی جس کے مطابق روشنی کی رفتار سے کوئی چیز آگے نہیں بڑھ سکتی۔ آئن سٹائن کے اس نظریے پر اب تک ہزاروں تجربات کئے گئے مگر کوئی بھی ذرّہ روشنی کی رفتار سے آگے نہیں بڑھ سکا تھا۔ لیکن ڈاکٹر ایرا دیتو اور ان کے ساتھیوں نے گزشتہ تین سال کے دوران اپنے تجربات جاری رکھے جس کے بعد انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ سب اٹامک ذرّات کی رفتار روشنی کی رفتار سے زیادہ ہے۔ ڈاکٹر ایرا دیتو نے کہا ہے کہ ان تجربات کے نتائج کو جانچنے کے لئے کسی اور سے بھی تجربہ کرایا جائے۔ جب وہ تجربہ وہی نتائج دے گا جو میں نے بتایا ہے تو پھر میں مطمئن ہو جاؤں گا۔ اس پیشکش کے بعد امریکی ریاست "الینوائے" میں سائنسدانوں نے کہا ہے کہ انہوں نے چند برس قبل ایسا تجربہ کیا تھا مگر وہ اب مزید احتیاط اور درستگی کے ساتھ اسے دوبارہ کریں گے تا کہ "سرن" کے دعوے کی تصدیق یا تردید ہو سکے۔ (از بی بی سی اردو)